AL-'MUSLIM https://almuslim.pk/about-the-journal

(June, 2025), 1:2(100-115)

بیت المقدس اور ادیان ثلاثہ (اسلام، عیسائیت اور یہودیت): تقابلی مطالعہ

Bait al Muqddis and the Three Religions (Islam, Christianity, and Judaism) A Comparative Review

***Muhammd Ahmad Abbasi**
MPhil Scholar MY University, Islamabad

Keywords:
Bait Al Maqdis, Three Religions, Comparative Review Islam, Christianity And Judaism, Global Societies, and Natural Facts.

Abstract: Bait al Muqddis is a very important city among the collective holy places. For years Muslims, Jews, and Christians have considered it as their holy place and each of them used different arguments to assert their individual right to it. It has come it is not today but it has been a mystery between them for years since today the webs of terrorism, oppression, and oppression are spread everywhere on a global level, and the funeral of humanity is being taken out, and there is no reason for this. If the current situation is not satisfactory then why don't we stay in humanity and find a common solution from the visions given by nature that everyone can agree on and humanity can be blessed with the pleasure given by calm peace and harmony, humanity in one place. Nature is the only means of gathering, on which the middle foundation of collectivity can be laid, and a society free from cruelty and brutality can come into being where humanity can live its life with love and affection. We have tried to solve this mystery with different arguments, ideas, and natural facts we have come up with a moderate solution based on which man can live a life free from terrorism, oppression, and brutality.

All the laws are given by Allah Almighty, and they are closer to nature, the reason for linking them to nature was also so that when different thoughts are scattered in cruelty and brutality they can gather in one place in this. It was the survival of humanity because nature also aims for the survival of humanity that is why global societies can become prosperous

Muhammd Ahmad Abbasi, (2025). ***Bait al Maqdis and the Three Religions (Islam, Christianity, and Judaism) A Comparative Review,*** *Al-'Muslim Research Journal of Social*

1. Corresponding author: bakoti786@gmail.com

C Content from this work is copyrighted by *Al-'Muslim Journal of Social Sciences*, which permits restricted commercial use, research uses only, provided the original author and source are credited in the form of a proper scientific referencing.

C Content from this work is copyrighted by *Al-'Muslim Journal of Social Sciences*, which permits restricted commercial use, research uses only, provided the original author and source are credited in the form of a proper scientific referencing.

ساری انسانیت اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے۔وہ یکتا اس نظام کا مالک ہے۔تمام مخلوق اسی کی پیدا کردہ ہے۔انسان کو ساری مخلوق پر فوقیت دی حالانکہ یہ بھی ایک مخلوق تھا۔اللہ تعالیٰ نے اسے انسانیت کے تمام اصول سکھا دیے۔ایک ایسا قانون دیا قانون فطرت کہ جب کبھی انسانیت میں بگاڑ آجائے تو لوٹ آؤ اس قانون کی طرف تاکہ تمہاری اصلاح ہو سکے۔

بیت المقدس ایک طویل معمہ ہے جو کہ انسانوں کا فطرت کے قانون پر لاپرواہی کا نتیجہ ہے آج کیا ایسا ہے کہ رب تعالیٰ نے انسان کو عقل سلیم دی تا کہ وہ اس کا صحیح استعمال کرے ؟ایسا ہی نہ تھا تبھی تو آج تک بیت المقدس رنگینی، درد اور عالم کی پریشانی کا باعث بنا ہوا ہے۔ہمیں جاننا ہے کہ بیت المقدس کیا ہے ؟کون کون اس پر اپنا حق جتاتا ہے ؟اصل حق کس کا ہے ؟مسلم اور غیر مسلم کیوں اس بات کو حتمی شکل نہیں دیتے؟کیا اس کا حل بھی ممکن ہے ؟انسان عقل سلیم کا استعمال کرے تو اس کا حل ممکن ہے۔اور وہ حل فطرت پر جمع ہونا ہے۔کیونکہ فطرت وہ واحد جگہ ہے جہاں سارے ادیان جمع ہو سکتے ہیں۔جب ان کا جمع ہونا ممکن ہو جائے تو دنیا کا کوئی بھی مسئلہ ایسا نہیں ہے جو حل نہ ہو سکے۔ایسے ہی مسئلہ بیت المقدس جو ادیان ثلاثہ اسلام،عیسائی اور یہود کے ہاں اٹکا ہوا ہے۔

یہ موضوع ہمارے لیے اس لیے اہم ہے کہ جب سارا عالم دہشت گردی کی بھینٹ چڑھ رہا ہے تو کوئی تو ہو جو انسانیت کے برباد سکون کو پر سکون کرے۔انسانیت کے درد کو اپنا درد سمجھے۔خاص کر مسلمانوں پر جو واجب ہے اس کی یاد دہانی کروائی جائے۔اور فائدہ یہ ہو گا کہ ہر ایک پر سکون زندگی گزار سکے گا۔

بیت المقدس

مسری رسول اللہ ﷺ، قبلہ اول، مسکن انبیاء، ماوی صحابہ، رباط روحی، حرم ثالث اور ادیان ثلاثہ (اسلام،عیسائی،یہود) کے ہاں مقدس شہر ہے۔اس 30 (قرن ق۔م) قدیمی تاریخی شہر کو مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔یہ ایسا معمہ ہے جس کا حل آج تک نہ نکل سکا بلکہ دن بدن شدت پکڑتا جا رہا ہے۔انسانیت اور فطرت کی دھجیاں بکھیری جا رہی ہیں۔دنیا میں ایسی کوئی بھی چیز نہیں جس کا حل نہ ہو اس کیلیے بھی ایک حل ہے اور وہ حل ان تینوں ادیان کا "فطرت پر جمع ہو جانا ہے" یہ واحد پلیٹ فارم ہے جس پر تینوں ادیان جمع ہو سکتے ہیں جب جمع ہو جائیں تو خود بخود عرب یبوس کا حق سامنے آجائے گا اور اس پر فیصلہ کر دیا جائے اور باقی دست بردار ہو جائیں۔

قدیم شہر کے مختلف نام

اس شہر کے زمانہ میں بے شمار بستیاں موجود تھیں جن میں سے ہر ایک اپنی شان آپ ہے۔تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اس قدیمی شہر کے بے شمار نام ہیں۔

(یبوس) فرعونوں کے رجسٹروں میں اسی نام سے وارد ہوا ہے۔

(اوروسالم) کنعانیوں کے ہاں اس کا نام تھا۔

(اوروشلیم) عبرانیوں نے اسے نام دیا۔

(یروسالیم) یونانیوں کے ہاں ہے۔

(ہیروسلما) یا (سولیموس) یا (ایلیا) رومیوں کے نزدیک ہے۔

(القریہ) یا (بیت المقدس) یا (البیت المقدس) یا (القدس) عرب مسلمانوں نے اسے نام دیا۔[1]

اور عصر حاضر میں انگریزوں کے ہاں (Jerusalem) کا نام مشہور ہے۔

عربی شہر کا پہلا نقشہ

ابو یمین مجیر الدین حنبلی اپنی کتاب (الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل) میں ذکر کرتے ہیں کہ سب سے پہلے پہاڑوں اور وادیوں کے درمیان بیابان صحراء میں جس نے اس شہر کا نقشہ کھینچا وہ سام بن نوح علیہ السلام تھے۔اور بعض انہیں (ملکی صادق) کے نام سے جانتے ہیں جس کا معنی عبرانی زبان میں (سچائی کا بادشاہ) ہے۔ یہ پہلے تھے جہاں سے فکر بداوت سے شہر کی طرف لوٹی۔

اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں کے پہلے رہائشی عرب ہی تھے۔انہیں یبوسی کہا جاتا تھا،اور 3000 سال ق۔م یبوسی شہر قدس میں آکر آباد ہوئے،اس کی بنا کے دوران مصریوں اور عبرانیوں کے ساتھ جنگیں بھی ہوئیں بالآخر بنانے میں کامیاب ہوگئے۔

حرم قدس سے مراد کیا ہے؟

قدس سے مراد سارا قدس حرم مقدس ہے جس طرح مکہ سارا مکہ حرم مقدس ہے۔قرآن نے اس شہر کو مطلقا (مسجد) کہا جیسے مکہ مکرمہ کو اور یہ اللہ کی نشانیوں سے ایک نشانی ہے۔[2]

جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے:

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ البَصِيرُ[3]

مسلمانوں نے جب اسے فتح کیا تو اس کا نام (ایلیا) یا (ایلیاء) تھا جس کا معنی (بیت اللہ) ہے۔[4]

قدسیتِ قدس

اسلام اور مسلمانوں نے ہی سب سے پہلے اس شہر کو مقدس جانا تو اسے (بیت المقدس اور قدس) کا نام دیا۔ پھر جا کر اس کی قدسیت ادیان سماوی (اسلام،عیسائی،یہود) میں عام ہوئی، جبکہ یہود کی مقدس جگہیں برسوں سے گرادی گئی تھیں جسے روم نے کوڑے اور کچرے کا ڈھیر بنا دیا تھا۔

---

1 ۔ سید عارف العارف، **تاریخ القدس** (مصر: دار المعارف، 1951م)، 167۔

2 ۔ ڈاکٹر محمد عمارہ، **القدس بین الیہودیہ والاسلام** (مصر: مجلہ اسلامیہ شہریہ مجمع بعوث اسلامیہ، جمادی الاول 1439ھ)، 95۔

3۔ القرآن: 17 :1

4۔ شهاب الدين ابو عبد الله ياقوت بن عبد الله الرومي الحموي، **معجم البلدان** (بیروت: دار صادر، 1995م)، 7: 424۔

پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاتے ہیں جب انہیں شہر حوالے کیا گیا اور اس کے اہل کے ساتھ مشہور "عہد عمری" کے بعد (آپ نے صخرہ پر بے شمار کچرہ پایا جسے رومیوں نے بنی اسرائیل پر بطور غصہ پھینکا تھا تو آپ نے چادر بچھائی اور گند صاف کیا اور مسلمان آپ کے ساتھ اس کچرا کو صاف کر رہے تھے اور مسلمان ایک ایک سابقہ انبیاء علیہم السلام کی عبادت گاہوں کو تلاشتے رہے وہاں مسجدیں قائم کیں اور ان کی قدسیت کی حفاظت کی)۔[5]

اسلام نے کبھی بھی عبادت گاہوں کی بے حرمتی اور ان کے گرانے کا حکم نہیں دیا۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صفائی کا ایسا اہتمام کرنا کوئی نیا کام نہیں تھا بلکہ وہ مسلمان تھے اور عقیدہ اسلامیہ پر یقین رکھنے والے تھے، جس کے ارکان سارے رسولوں اور جمیع رسالات پر ایمان لائے بغیر مکمل ہی نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن کہتا ہے:

الم ۔ ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۔الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۔ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ(6)

یہ کتاب راہ ہدایت ہے متقین کیلیے اس میں بتایا گیا ہے کہ مؤمن غیب پر ایمان رکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، ہمارے دیے رزق سے خرچ کرتے ہیں، اور خاص بات یہ کہ جو ان پر اترا اس پر بھی ایمان لاتے ہیں اور جو ان پہلے نازل ہوا سابقہ امتوں پر اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ(7)

اسی طرح اس آیہ کریمہ میں مؤمنین سابقہ رسولوں اور کتب پر بھی ایمان لاتے ہیں اور کسی ایک رسول کی بھی تفریق نہیں کرتے۔

پھر فرمایا:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ(8)

5۔ ڈاکٹر اسحاق موسیٰ الحسینی، **مکانہ بیت المقدس فی الاسلام**، (مصر: کتاب مؤتمر رابع مجمع بعوث اسلامیہ، 1968ء)، 58/57،

6 ۔ القرآن: 4/1

7 ۔ القرآن: 285/2

8 ۔ القرآن: 40/22

مسجد اقصی

اللہ تعالی نے اسراء کی شب جب اپنے خاص بندے کو سیر کروائی تو مسجد حرام کے ذکر کرنے ساتھ ساتھ مسجد اقصی کا بھی ذکر ہوا یہ ایک رباط ہے دو حرموں کے درمیان اور اللہ تعالی کی نشانیوں سے اسے گردانا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن کہتا ہے:

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ البَصِيرُ[9]

قدس شہر کے اندر واقع ایک خوبصورت مسجد ہے جس کے چار مئذن (جہاں آذان دی جاتی ہے) ہیں (مغربی دروازے کا مئذن، باب سلسلہ کا، باب غوانمہ کا اور باب اسباط کا) اور تقریبا اس کا رقبہ 144 ہزار میٹر ہے۔ اس کی شکل گول ہے۔ 14 گنبد ہیں اور 15 دروازے ہیں۔ مسلمانوں کا قبلہ اول ہے۔ اس کو کب بنایا گیا اس کی دقیق صورت نظر نہیں آئی البتہ ہمارے پیارے آقا ﷺ کے فرمان سے معلومات ملتی ہیں کہ کعبہ اور اس کے درمیان چالیس برس کا عرصہ ہے کعبہ شریف کی بناوٹ کے بعد اسے بنایا گیا۔

فرمان رسول ﷺ ہے:

قلت: يارسول الله، أى مسجد وضع فى الأرض أولا؟قال: المسجد الحرام.قال :قلت:ثم أى؟قال:المسجد الأقصى،قال:قلت كم بينهما؟قال:أربعون سنة[10]

مسجد اقصی کس نے بنائی؟

امام ابو العباس قرطبیؒ رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا: (یہ جائز ہے کہ اللہ تعالی کے حکم سے بیت المعمور کے بنانے کے بعد فرشتوں نے اسے بنایا اور ظاہر حدیث اسی پر دلالت کرتی ہے واللہ اعلم۔ امام قرطبیؒ اسی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جو محدثین نے ابو ذر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: (قلت: يارسول الله، أى مسجد وضع فى الأرض أولا؟قال: المسجد الحرام.قال :قلت:ثم أى؟قال:المسجد الأقصى،قال:قلت كم بينهما؟قال:أربعون سنة) 11

بعض علماء کہتے ہیں اسے آدم علیہ السلام نے بنایا ہے۔ کچھ نے کہا سام بن نوح علیہ السلام نے، بعض نے کہا یعقوب بن اسحاق علیہما السلام نے حدیث شریف میں وارد مسجد حرام کی بنا کے چالیس سال بعد مسجد اقصی کا بننا اس سے مراد ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے کعبہ شریف بنانے کے بعد یعقوب علیہ السلام کا بیت المقدس کو بنانا ہے۔[12]

9۔ القرآن: 1/17

10۔ امام مسلم بن الحجاج، **صحیح مسلم**، کتاب المساجد، مواضع الصلاۃ (مصر: دار السلام)، 1 /370، رقم: 520۔

11- امام مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم (مترجم) 2011ء، **کتاب المساجد**، مواضع الصلاۃ (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز) ج: 1، ص: 544، رقم: 858۔

12۔ ابو یمین مجیر الدین حنبلی، **الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل** (اردن: مکتبہ دندیس، 1999ء) 1: 7۔

صاحب الانس الجلیل سابقہ قول پر تعلیق لگاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ اقوال داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے اسے بنانے پر دلالت کرتے ہیں جبکہ یہ بنا قدیم بنیادوں پر تھی نہ کہ وہ دونوں اس کے مؤسس تھے بلکہ اس کی تجدید کرنے والے تھے۔ مسجد اقصی کی بنا کے بارے میں وارد اقوال میں سے ہر قول دوسرے کے منافی نہیں ہے بلکہ اس پر محمول ہے کہ اس کو سب سے پہلے فرشتوں نے بنایا پھر آدم علیہ السلام نے اس کی تجدید کی، پھر سام بن نوح علیہما السلام نے، پھر یعقوب بن اسحاق علیہما السلام نے، پھر داود و سلیمان علیہما السلام نے، بیشک ہر نبی سے دوسرے نبی کے درمیان کی مدت پہلی گزری بنا میں تجدید کا احتمال رکھتی ہے، اور جو قول سام بن نوح علیہ السلام کے مؤسس ہونے پر ہے وہ ظاہر پر ہے کیونکہ سام بن نوح علیہ السلام وہ تھے جنھوں نے بیت المقدس شہر کا نقشہ کھینچا اور بنایا اور حکومت کی اور یہ بھی بعید نہیں ہے کہ انہوں نے شہر بناتے وقت مسجد بھی بنائی ہو لیکن اسے قدیم بنا کی تجدید پر محمول کرتے ہیں نہ کہ تاسیس پر، واللہ اعلم۔

بعض نے کہا کہ داؤد علیہ السلام سے پہلے اس جگہ مسجد تھی اور یہ جگہ آباد تھی، کیونکہ کچھ لوگ تھے جو حق تعالی کی عبادت کیا کرتے تھے جیسے سام بن نوح تھے جب وہ طوفان سے بچ گئے تھے۔ طوفان سے بچ جانا حق پرستی کی دلیل ہے۔ ہم خاص کر ابراہیم علیہ السلام اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کا ذکر کریں گے کیا یہ سب اکٹھے رہے اللہ تعالی کی اس زمین پر مسجد بنائے بغیر؟ وہ مسجد کی تاسیس تھی یا تجدید؟ جیسا مؤرخین نے ذکر کیا ہے۔

راجح ظن

مؤرخین و متحققین نے بھی ایسا ہی ذکر کیا ہے کہ البتہ راجح ظن جس طرف جاتا ہے وہ ابوالانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں جن کے نصیب میں مسجد کا بنانا لکھا تھا جس زمین میں وہ رہائش پذیر تھے وہ فلسطین کی سرزمین تھی۔ اس کے بعد درجہ بدرجہ انبیاء علیہم السلام آتے گئے اور تجدید مساجد کرتے گئے۔ فطرت کے بھی زیادہ قریب یہی ہے کہ پوتا دادا سے پہلے پیدا نہیں ہوتا اور جس کا وجود ممکن نہیں وہ کیسے یہ کام کر سکتا ہے۔

تعمیری مراحل

اس مسجد کی تعمیر بے شمار مراحل سے گزری جس کو ہم مجملاً ذکر کریں گے:

1۔ اس کی پہلی تعمیر 90 تا 96ھ ولید بن عبدالملک اموی کی ہے۔

2۔ اس کے بعد پہلا زلزلہ 130ھ (746 747ء) آیا جس نے اس کے بعض حصوں کو خراب کر دیا۔

3۔ 154 تا 163ھ (771 تا 750ء) دو عباسی خلفاء (منصور، مھدی) کے ہاتھ اس بنا کا اعادہ ہوا۔

4۔ 424ھ (1033ء) دوسرا زلزلہ آیا۔

5۔ 425 تا 427ھ (1034 تا 1036ء خلیفہ ظاہر نے اس کی ترمیم کی۔

6۔ 485ھ (1065ء) مستنصر نے بنا کا اعادہ کیا۔

7۔ فرسان داویہ نے صلیبی معرکہ کے دوران اس کی بعض بناء کو کھڑا کیا۔

8۔583ھ(1187ء)صلاح الدین ایوبی نے اس مسجد کو تیار کیا، محراب کی ترمیم کی گئی، اور اس کے بعض حصوں کی درستگی کی گئی، اور محراب پر نقش ونگاری کی گئی۔

9۔614ھ(1217ء)ملک معظم کے ہاتھ سقیفہ کی ترمیم ہوئی۔

10۔686ھ(1287ء)ملک منصور سیف الدین قلاوون نے مسجد کی چھت تعمیر کروائی اور اپنے بیٹے کے زمانہ میں (1327ء)کو قبلہ کی تجدید کروائی۔

11۔746ھ(1345ء)عزالدین ایبک نے کمرے بنوائے۔

12۔884ھ(1479ء)ملک قایتبای مسجد کے شمالی چہرے پر لکھائی نقش کروائی۔

13۔1341ھ(1922ء)نئی اصلاحات کی ابتداء ہوئی۔[13]

منبر مسجد اقصی

یہ خوبصورت نقش و نگاری والا منبر سلطان صلاح الدین ایوبی حلب سے اپنے ساتھ لائے جسے سلطان نور الدین زنگی نے حلب کے قلعہ کی مسجد میں رکھنے کیلیے بنوایا تھا۔اور اسے ارز لبنانی لکڑی سے بنایا گیا تھا اور اس پر مختلف آیات کندہ کروائی گئی تھیں۔[14]

حدود مسجد اقصی

حدود مسجد کو ذکر کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ یہ سؤال اکثر اٹھایا جاتا ہے کہ وہ مسجد قبۃ الصخرہ ہی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ (مسجد اقصی کے خارجی صحن جنوبی طرف میں پتھر سے بنی دیوار کا احاطہ قدیم قدس شہر کے مشرق میں واقع ہے جو جبل (موریا) پر واقع ہے جس کا رقبہ تقریبا 150 دونم بنتا ہے۔مغربی سمت میں پتھر سے بنی دیوار کی لمبائی 490 میٹر ہے۔مشرقی جانب 474 میٹر ہے۔شمالی سمت 321 میٹر ہے اور جنوبی سمت 283 میٹر ہے)۔[15]

یہ مطلقا ذکر کردہ حدود ہیں اور شریعت میں اس کی حد سے کیا مراد ہے۔

مسجد اقصی کی شرعی حد

(مسجد اقصی کی شرعی حدود کیا ہیں؟اس لیے کہ اس معاملہ میں لوگوں سے بڑا خلط ملط ہوا ہے۔اس اعتبار سے بے شمار لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مسجد اقصی سے مراد مسجد کی جنوبی عمارت قبۃ الصخرہ ہے جس میں اب پانچوں نمازیں قائم کی جاتی ہیں حالانکہ حقیقت حال یہ ہے کہ مسجد اقصی ساری مسجد کا نام ہے جس کے ارد گرد چار دیواری ہے۔دروازے ہیں۔وسیع صحن

13۔ ڈاکٹر عبد الرحمن زکی، **مقدساتنا الاسلامیہ قبۃ الصخرہ و المسجد الاقصی**،(مصر: مجلۃ اسلامیۃ شہریۃ مجمع بعوث اسلامیہ، جمادی الاول:1439ھ)، 145/144۔

14۔ زکی، نفس مصدر، 15۔

15۔ عبدالحمید زاید، **القدس الخالدہ سلسلہ تاریخ المصریین** 197،(القاہرۃ: الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، 2000ء)ص:13۔

ہے، مسجد ہے اور قبۃ الصخرہ ہے۔ مصلی مروانی ہے۔ کمرے اور گنبد وغیرہ ہیں۔) مزید لکھتے ہیں کہ علماء اور مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ چار دیواری کے اندر کسی بھی حصے میں نماز ادا کی جائے تو دو گنا ثواب ہے۔[16]

ادیان ثلاثہ اور بیت المقدس

بیت المقدس کی اہمیت مذہبی عقائد اور عقائد سے بالاتر ہے۔اس جگہ نے مشرق وسطیٰ اور دنیا کے ثقافتی، سماجی اور سیاسی مناظر کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہ مقام الہام اور تنازعات کا ایک مقام رہا ہے اور اس کی تاریخ مذہب، طاقت اور شناخت کے پیچیدہ تعامل کی عکاسی کرتی ہے۔

آج یہ جگہ ایک متنازعہ جگہ بنی ہوئی ہے اور اس کا مستقبل غیر یقینی ہے۔اس جگہ پر اسرائیلیوں اور فلسطینیوں کے درمیان تنازعہ دنیا میں سب سے زیادہ پائیدار اور پیچیدہ تنازعات میں سے ایک ہے اور اس کے مضمرات خطے کی حدود سے بھی باہر ہیں۔بیت المقدس کے تنازعے کا پرامن اور منصفانہ حل تلاش کرنے کے لیے اس کی مذہبی اور تاریخی اہمیت کی گہرائی سے ادراک کے ساتھ ساتھ بات چیت، باہمی احترام اور مفاہمت کے عزم کی ضرورت ہوگی۔

اسلام کا نقطہ نظر

اسلام میں بیت المقدس کو مذہبی اور تاریخی اہمیت حاصل ہے۔ یہ پیغمبر محمد ﷺ کے معجزاتی رات کے سفر کا مقام سمجھا جاتا ہے جس کے دوران انہوں نے براق نامی پروں والے گھوڑے کی پشت پر مکہ سے یروشلم کا سفر کیا۔اس واقعہ کو اسراء اور معراج کے نام سے جانا جاتا ہے اور اسے دنیا بھر کے مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایک اہم واقعہ کے طور پر مناتے ہیں۔مزید برآں مسجد اقصیٰ کو مکہ اور مدینہ کے بعد اسلام کا تیسرا مقدس ترین مقام سمجھا جاتا ہے۔

مسلمانوں کے نزدیک ہے کہ بیت المقدس مکہ میں خانہ کعبہ سے پہلے مسلمانوں کے لیے پہلا قبلہ یا نماز کی سمت تھا۔ مسلمان اپنی نماز کے دوران بیت المقدس کا رخ کرتے تھے یہاں تک کہ پیغمبر اسلام ﷺ کو قبلہ تبدیل کرکے مکہ کی طرف وحی موصول ہوئی تھی۔ آج مسجد اقصیٰ مسلمانوں کے اتحاد اور یکجہتی کی علامت بنی ہوئی ہے اور یہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے ایک مقبول مقام ہے۔

عیسائیت کا تعارف

اس مذہب کا نام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسی علیہ السلام کی رسالت اور تورات کی تعلیمات کی تکمیل کیلیے حضرت عیسی علیہ السلام پر نازل کرکے بنی اسرائیل کی طرف بھیجا۔ حضرت عیسی علیہ السلام اصلاح وجداب اور نفس کی ترقی کے

16 ۔ تاریخ القدس، نفس مصدر، ص303۔

داعی تھے لیکن یہ مذہب بہت ہی جلد اپنے اصولوں سے ہٹ جانے کی وجہ سے محرفین کا تختۂ مشق بن گیا، چنانچہ عیسائیت بت پرستانہ عقائد و فلسفوں کے ساتھ مخلوط ہو کر آسمانی شکل وصورت سے کوسوں دور چلی گئی۔ [17]

عیسائیت میں بیت المقدس کو یسوع مسیح کے ساتھ تعلق کی وجہ سے ایک مقدس مقام سمجھا جاتا ہے۔ نئے عہد نامے کے مطابق، یسوع نے ایک نوجوان لڑکے کے طور پر یروشلم میں ہیکل کا دورہ کیا اور بعد میں اس نے پیسے بدلنے والوں کو ہیکل سے باہر نکال دیا اور اعلان کیا کہ یہ عبادت کا گھر ہے۔ اس واقعہ کو "ہیکل کی صفائی" کے نام سے جانا جاتا ہے اور اسے یسوع کی زندگی اور خدمت میں ایک اہم لمحے کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔

مزید برآں عیسائیوں کا خیال ہے کہ یسوع کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا اور یروشلم میں دفن کیا گیا تھا، اور ان کا جی اٹھنا مقدس قبر کے مقام کے قریب ہوا جو یروشلم کے پرانے شہر میں واقع ہے۔ لہٰذا عیسائیوں کے لیے، بیت المقدس ایک ایسی جگہ ہے جس کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی، موت اور قیامت سے گہرا تعلق ہے اور یہ دنیا بھر سے آنے والے زائرین کے لیے ایک اہم مقام بنی ہوئی ہے۔

یہودیت کا تعارف

یہودیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تعلق رکھنے والے عبرانیوں کا دین ہے جو بنی اسرائیل کے اسباط کے نام سے معروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات دے کر نبی بنا کر ان کی طرف بھیجا۔ [(18)]

یہودیت میں بیت المقدس کو ٹمپل ماؤنٹ کے نام سے جانا جاتا ہے اور اسے یہودیت میں مقدس ترین مقام سمجھا جاتا ہے۔ یہ پہلے اور دوسرے یہودی مندروں کا مقام تھا جو بالترتیب 586 قبل مسیح اور 70 عیسوی میں تباہ ہو گئے تھے۔ یہودی روایت کے مطابق ٹمپل ماؤنٹ وہ جگہ ہے جہاں خدا نے اپنے لوگوں کے درمیان رہنے کا انتخاب کیا اور اس لیے اسے یہودیت میں سب سے مقدس مقام مانا جاتا ہے۔

یہودیوں کے لیے مغربی دیوار جو کہ ٹمپل ماؤنٹ کی بنیاد پر واقع ہے بیت المقدس کا سب سے اہم حصہ ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ دوسرے یہودی ہیکل کی آخری باقی ماندہ چیز ہے اور اسے یہودی اتحاد اور لچک کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ پوری دنیا سے یہودی نماز پڑھنے کے لیے مغربی دیوار پر آتے ہیں۔ خاص طور پر یہودی تعطیلات اور دیگر اہم تقریبات کے دوران تینوں مذاہب میں اپنی اہمیت کے باوجود بیت المقدس پوری تاریخ میں متعدد تنازعات کا مرکز رہا ہے۔ اس جگہ کو کئی بار تباہ اور دوبارہ تعمیر کیا گیا ہے، اور اس پر صدیوں سے مختلف سلطنتوں اور مذہبی گروہوں کا کنٹرول رہا ہے۔ آج، یہ جگہ اسرائیلیوں اور فلسطینیوں کے درمیان کشیدگی اور تنازعات کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ دونوں فریق اس جگہ پر خود مختاری کا دعویٰ کرتے ہیں۔

فلسطین میں اسرائیلی وجود

17- مولانا حشمت علی صافی، **تعارف و تقابل ادیان** (پشاور: العلم پبلشنگ سروسز، س ن)، ص 52۔

18- صافی، نفس مصدر، ص 15

یہاں ہم جاننا چاہیں گے کہ فلسطین میں اسرائیلی کب سے وجود رکھتے ہیں؟ فلسطین کی زمین کو قدیم تاریخ میں ارض کنعان سے جانا جاتا ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے پروان چڑھے اور آپ کی اولاد میں سے یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کے ہمراہ مصر منتقل ہونے کا ارادہ کیا۔ یہاں پر آپ کا تعلق اس سرزمین سے کٹ گیا یہاں تک کہ (یوشع) نے (اریحا) پر چڑھائی کی اور تمام رہائشیوں کو ملیامیٹ کر دیا۔ یہ 13ق م قرن کا واقع ہے۔

اس سفر میں یہ بھی مذکور ہے کہ اسرائیل (ہر ایک اپنے خیمہ سے بھاگ گیا اور یہ سخت مار تھی اور اسرائیل سے 30ہزار آدمی مر گئے۔)[19]

تورات میں یہود کی اجنبیت کا اندازہ قدس کے بارے میں ایک اجنبی آدمی کے قصہ میں پاتے ہیں کہ ہم ایسے شہر کی طرف نہیں جائیں گے جہاں ایک بھی بنی اسرائیل نہیں ہے۔[20]

اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہود، یبوس میں بہت عرصہ بعد داخل ہوئے اور اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ داود اور سلیمان علیہم السلام قدس شہر کے مؤسسین نہیں تھے جیسا کے صاحب الانس الجلیل نے بھی ذکر فرمایا ہے۔

یبوس میں یہود کا سیاسی وجود

سلیمان علیہ السلام کے وصال کے بعد تقریبا 975ق۔م۔ مملکت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی تھی:

۱۔ شمالی اسرائیل جس کا دار الخلافہ (ناباس) تھا جو 250 سال قائم رہا اور 721ق۔م۔ ختم ہو گیا، ملک آشور نے اس پر فیصلہ سنایا اور اس کے بعد قائم نہ رہا۔[21]

۲۔ جنوبی مملکت یہوذا اور وشلیم کافی عرصہ تک رہا یہاں تک کہ بنوخذ نصر نے 599ق۔م۔ کو تدمیر کر دی اور اس کے سب رہائشیوں کو گالم گلوچ کی اور انہیں بابل بھیج دیا۔

۳۔ پھر مزید ذکر کرتے ہیں کہ اباطرہ (بومبی، تیطس، ادریانوس) کے ہاتھوں لگاتار تین بار مار کھانے کے بعد اپنے ملک سے معزول ہونے کا فیصلہ کیا اس کے بعد ان کا ملک نہ رہا۔[22]

۴۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کے یہود کا شہر قدس میں 20 قرن بعد کا ہے وہ فلسطینی اصل عرب ہی ہیں جن کا وجود جزیرہ عرب میں قائم و دائم تھا۔

مسجد اقصی (اسلام، عیسائیت اور یہودیت)

19۔ سامی حکیم، **القدس والتسویہ**، (بیروت: لبنان الجمعیۃ الفلسطینیۃ الاکادمیۃ للشؤن الدولیۃ 1987)، 13۔

20۔ نفس مصدر، 13

21۔ عبداللہ التل، خطر الصہیونیۃ علی الاسلام والمسیحیۃ، (قاہرہ: دار القلم)، 23۔

22۔ دیکھیے القدس، سامی حکیم اور تاریخ قدس، سید عارف۔

مسجد اقصی اسلام، عیسائیت اور یہودیت کے لیے دنیا کے اہم ترین مذہبی مقامات میں سے ایک ہے۔ یہ یروشلم کے پرانے شہر میں واقع ہے اور اس کی ایک طویل اور پیچیدہ تاریخ ہے جو ہزاروں سال پر محیط ہے۔اس مضمون میں تین مذاہب میں بیت المقدس کی اہمیت کا جائزہ لیا جائے گاان کے متعلقہ عقائد اور طریقوں پر روشنی ڈالی جائے گی جو اس منظر سے وابستہ ہیں۔ہم اگر غور کریں اسراء کی شب جم غفیر انبیاء نے مسجد اقصی میں نماز پڑھائی تو ہم کو احساس نہیں ہوتا کہ وہی جگہ ہے جہاں اس دن نماز پڑھی گئی تھی۔ کیا مسجد حرام پہلی نہیں جسے ابوالانبیاء علیہ السلام نے قائم فرمایا؟ پھر کیا تھا کہ سیدنا محمد ﷺ نے اسے اپنے پہلے قبلہ کی اتجاہ بنایا؟ کیا آپ داود علیہ السلام کی بنائی جگہ کی طرف منہ کرتے یا اپنے دادا جان سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بنائی جگہ کی طرف؟ کیا ہم ان آحادیث پر غور نہیں کرتے ابراہیم علیہ السلام کو داود علیہ السلام کے مسجد بنانے میں پہلے ذکر کیا؟ تو ہم اسے راجح کریں گے کہ بیت داود علیہ السلام سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کے زمانے کی طرف جاتا ہے اور ممکن ہے اس سے پہلے بھی۔ کیا اسرائیل اسے اپنا ذاتی حق تسلیم کر رہا ہے اور دوسروں کے حقوق مار رہا ہے؟ ہم ثابت کریں گے ایسا اس کے حقوق سے کچھ بھی نہیں ہے:
اس لیے کہ ہیکل داود و سلیمان علیہما السلام کا کوئی بھی مطلقا کوئی آثار موجود نہیں، بیشتر مرتبہ اس کی تدمیر ہوئی اس کی جگہ معبد الالہ (جوبیٹر) قائم کیا گیا۔ اس کی کچھ باقیات ہیں جسے یہود آج مسح کرتے ہیں۔[23]

یہود کے ہاں داؤد علیہ السلام ایک (ملک) ہیں یعنی بادشاہ ہیں۔ نبی کی قداست نہیں ہے جبکہ مسلمان اس کا اقرار کرتے ہیں تو وہ مجرد ملک ہیں تو قداست دینیہ کہاں ہے؟ یہود وہ ہیں جنہوں نے داؤد علیہ السلام کی بنا کو معبد سے پہلے ناپاک کیا۔ اس لیے کہ ملک یہواش نے جو ملک اسرائیل تھا اس نے اس شہر پر چڑھائی کی اور اس کے ہیکل کو مباح سمجھا اور مال غنیمت لوٹ کر لے گیا۔[24]

مسلمانوں کے ہاں تقدیس مسجد

جبکہ مسلمان مساجد کا اہتمام کرتے ہیں اور ان کی تقدیس کا خیال رکھتے ہیں۔ جیسا سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ تشریف لائے اور آکر اس کے گند کو صاف کیا جسے نصاری نے پھینکا تھا۔

عبدالملک بن مروان کا قیام مسجد

(جب ملک بن مروان آیا اس نے مسجد قبۃ الصخرہ بنائی اور اس کے بعد مسجد اقصی بنائی گئی اور اس کے خدام ترتیب دیے)۔
مزید ذکر کرتے ہیں کہ (بعض دروازوں پر بنی اسرائیل کے انبیاء کے نام جاری کیے: باب داؤد، باب سلیمان، اور ان میں سے ایک دروازے کو باب حطہ نام دیا۔[25] جب عمر بن عبدالعزیز آئے تو یہود کو مسجد کی خدمت سے روکا۔ منصور آیا تو سونے اور چاندی کو دروازوں سے اتروا کر مسجد کو بنایا اور توسیع کی۔ مہدی نے زلزلہ کے بعد اس کو بنایا۔ ملوک بن ایوب نے دو مسجدیں

23۔ سامی، نفس مصدر، 41

24۔ عباس محمود العقاد، **الصهيونية العالمية**، (مصر: مؤسسة الهنداوی)، 10۔

25۔ الانس، نفس مصدر، 272/1۔

بنائیں۔ چٹان (صخرہ) کو صاف کرتے اور اسے اپنے ہاتھوں سے گلاب کے پانی سے دھوتے اسی طرح ممالیک اور عثمانیوں نے اس کا اہتمام کیا اور آج موجودہ دور میں اس کا اہتمام ہو رہا ہے۔

مسجد اقصی کی فضیلت

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ البَصِيرُ[26]

اس آیت میں اسے مسری رسول اللہ ﷺ گردانا گیا۔ جس کے ارد گرد برکت بتائی گئی۔ مسجد کہا گیا کیونکہ مسجد روئے زمین پر پاک جگہ ہوتی ہے اور اللہ تعالی کی نشانی کہا گیا ہے۔

عن ابي هريرة رضي الله عنه قال:قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم (أربع من مدائن الجنة:مكة والمدينة ودمشق وبيت المقدس[27]

اس حدیث پاک میں بیت المقدس کو جنت کے میدانوں میں سے شمار کیا گیا ہے۔ اور مسجد اقصی اسی میں ہے۔

روي عن أبي درداء رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال:(فضلت الصلاة في المسجد الحرام على غيره بمائة ألف صلاة، وفي مسجدي ألف صلاة،وفي مسجد بيت المقدس بخمسمائة صلاة).[28]

بیت المقدس میں نماز پڑھنا 500 نمازوں کے برابر ثواب ذکر کیا گیا:

عن أبي سعيد خدري رضي الله تعالى عنه قال:أربع سمعتهن من رسول الله ﷺ ......:لا تشد الرحال الا الى ثلاثة مساجد:المسجد الحرام، ومسجدى، والمسجد الأقصى).[29]

اپنا ساز و سامان باندھ کر اہتمام سفر کی جانے والی مساجد میں مسجد اقصی کو بھی ذکر کیا۔

مسلمانوں کی بیت المقدس کی فتح

جنہوں نے بیت المقدس فتح کیا وہ ہمارے پیارے آقا ﷺ ہیں۔ پہلی مرتبہ اسراء کی رات اجتماع ہوا اور اس جگہ محمدی اسلامی وجود کا افتتاح کیا اور بنیاد رکھی۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ اسی طریق پر چلے اور اہل (ایلیا) کو دعوت اسلام

26۔ نفس مصدر

27 ۔ ابن جوزی، **الموضوعات**، باب: ذکر الاماکن فی الفضائل والمسالب، (مدینہ منورہ: مکتبہ سلفیہ)، 51/2، (وقال ھذا حدیث لا اصل لہ)۔

28۔ الانس، نفس مصدر، 229/1۔

29 ۔ محمد بن اسماعیل بخاری، **صحیح بخاری** (مترجم)، کتاب: الحج، باب: حج النساء رقم: 1731 (پاکستان: مکتبہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز 2013ء)، 790۔

پہنچائی: (اگر تم اسلام کی گواہی دے دو تو ہم پر تمہارے مال، خون اور اولادیں حرام ہو گئیں اور تم ہمارے بھائی ہو گئے اگر تم انکار کرو تو جزیہ دینا پڑے گا)[30]

کافی عرصہ مسلمانوں کے ہاتھ قدس رہنے کے بعد قدس صلیبیوں کی بھینٹ چڑھ گیا۔

صلیبی ڈاکہ

مسلمانوں کے ہاتھ آنے کے بعد آخر کار 492ھ فرنگیوں نے بیت المقدس پر چڑھائی کر دی بے شمار قتل کیے، 40 روز تک محاصرہ کیے رکھا، ہفتہ وار مسلمانوں کا قتل جاری رکھا، علماء کا قتل جاری رکھا، لوگوں کو شام سے عراق دھکیل دیا۔[31]

صلاح الدین اور قدس

فرنگیوں کے پاس 91 سال رہنے کے بعد آخر کار 583ء میں صلاح الدین ایوبی نے اسے دوبارہ مسلمانوں کے حوالے کیا۔[32]

قدس میں یہود کے وجود پر چند سوالات

بیت المقدس میں آئے دن یہود کی تعداد کا بڑھنا؟ جبکہ فتح عربی کے وقت ایک بھی یہودی نہیں تھا۔ حتی کے احتلال صلیبی کے وقت ایک بھی ایک بھی غیر مسلم اور عیسائی نہیں تھا اور نہ ہی ایک بھی یہودی تھا۔ جب صلاح الدین کے فتح کے وقت ایک بھی یہودی نہیں تھا، سلطان محمد رابع کے دور میں چند گنے چنے 150 یہودی تھے۔[33]

عصر حاضر اور یہود کے عوامل

جب تاریخ حقائق ثابت کر چکی کہ یہ حق صرف عرب مسلمانوں کا ہے تو پھر یہودی بیت المقدس میں کیوں ہیں؟ ان کے عوامل کیا ہیں؟ کیا تقدیس عبادتگاہ ان کے ہاں نہیں؟ انسانیت کیا کہتی ہے؟ کیوں برطانیہ نے یہود کو نکالا؟ کیوں فرانس ان کے پیچھے لگا رہا؟ کیوں ہٹلر نے ان کی نسل کشی کی؟ کیوں نصف ملین یہودیوں کو اسپین سے دھتکارا گیا؟ یہ حال روس، اٹلی، روم، بلغاریا برتگال اور سویزرلینڈ کا تھا۔

کیوں بنیامین فرنکلن امریکہ میں ولایات متحدہ پر ان کے خطرات کی وجہ سے چیخ چیخ کر خطاب میں سب کو آگاہ کر رہا ہے؟ (بے شک ان ملکوں میں یہود خطرہ ہیں۔ جب یہ داخل ہوں گے خطرہ بدستور رہے گا۔ انہیں یہاں سے دور کرنا ضروری ہے)۔[34]

30۔ الانس، نفس مصدر، 246/1۔

31۔ الانس، نفس مصدر، 305

32۔ الانس، نفس مصدر، 310

33۔ **تاریخ القدس**، نفس مصدر، 191

34۔ محمود شرقاوی، **اور شلیم قاتلۃ الانبیاء**، (مصر)، 7۔

اسی کے آگے ذکر کرتے ہیں کہ باباواٹیکان بوپس عاشر وتیودور ھرتزل 1904/12/25 کو کہ ہم ان کے دست بازو نہیں بنیں گے جب کہ یہ یسوع مسیح کے منکر ہیں اور پولس اہل روم کی طرف لکھے رسالے میں ایسے ہی کچھ کہتا ہے۔

آخر وہ راز کیا ہے جو انہیں مخالفت پر اکسا رہا ہے؟اس کی جڑیں کہاں ملی ہوئی ہیں؟اور عالم ان کے خطرات جاننے کے باوجود ٹھوس رد عمل کیوں نہیں کر رہا؟ان کی قوت یا ظلم کا راز کیا ہے؟بیشتر سؤالات ہیں جن پر ہمیں سوچنے کی ضرورت ہے۔

ہاں پاکستان اور اسرائیل عقیدہ دینیہ کی بنیاد پر قائم ہوئے لیکن پاکستان کے عوامل اسرائیل سے یکسر مختلف ہیں۔اس کی وضاحت پھر کسی مقالہ میں ذکر کروں گا کیونکہ یہ ایک طویل بحث ہے۔

بیت المقدس ایک اہم مذہبی مقام ہے جس کی مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں کی طرف سے گہری تعظیم ہے۔مسلمانوں کے لیے یہ اسلام کا تیسرا مقدس ترین مقام ہےاور اس کا تعلق پیغمبر اسلام کے معجزاتی رات کے سفر سے ہے۔عیسائیوں کے لیے یہ یسوع مسیح کی زندگی اور تعلیمات سے گہرا تعلق رکھتا ہےاور یہودیوں کے لیےیہ یہودیت کا سب سے مقدس مقام ہےجو پہلے اور دوسرے یہودی مندروں سے منسلک ہے۔تینوں مذاہب کے لیے اپنی اہمیت کے باوجود بیت المقدس بھی پوری تاریخ میں متعدد تنازعات کا مرکز رہا ہے۔

متذکرہ بالا تقابلی مطالعہ کے حقائق اور دلائل اس امر کی توثیق کرتے ہیں کہ بیت المقدس عرب مسلمانوں کا حق ہے۔انہیں ان کا حق واپس کر دینا چاہیے۔یہودی مسلمانوں کے اس حق پر اپنے غاصبانہ قبضے کو برقرار رکھنے کے لیے جو ظالمانہ کارروائیاں کر رہے ہیں وہ انسانیت کے خلاف شدید نوعیت کی مجرمانہ سرگرمیاں ہیں اور دوسری طرف وہ انسانیت کے ساتھ ساتھ قانون فطرت کے بھی مجرم بن چکے ہیں۔

سفارشات

عصر حاضر میں یہود سرخ گائیوں کو ذبح کرنے کے بعد ٹیمپل بنانے کی پیش قدمی کر رہے ہیں جو کسی عظیم حادثہ سے کم نہ ہوگا اور ممکن ہے تیسری جنگ عظیم کا سبب ہو جو انسانیت اور عالمی انسانوں کے لیے ہولناک ہوگا۔کیونکہ فطرت کے ساتھ ٹکراؤ اپنی ذات کو فنا کرنا ہے۔مسلمانوں پر واجب ہے کہ بیت المقدس کو حاصل کریں کیونکہ یہ مقاصد شریعہ میں سے ہے کہ دین کی حفاظت کی جائے جیسا کہ قدس کے معاملہ میں عالمی کانفرنسوں کی قرار دادیں اور سفارشات موجود ہیں۔ان میں سے 14 قرار دادیں میری نظر سے گزری ہیں۔ ان میں سے 5 مجمع بعوث اسلامی، ازہر شریف کی،دو پاکستان کی اور اسی طرح کوالالمپور، رباط، نائجیریا وغیرہ کی۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ آپس میں محبت، رواداری،اتحاد اور برداشت کے ساتھ رہیں تا کہ آپ کا رعب ودبدبہ ظالموں پر غالب آئے۔اپنی حیثیت کو بھی جانیں کیونکہ اگر آپ اپنے مقام سے نیچے گرے تو ذلیل ہو جو جائیں گے۔اگر مقام سے بڑھنے کی کوشش کی تو متکبر اور ظالم ہو جائیں گے۔اس لیے فطرت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے وسطیت کے دامن کو نہ چھوڑیں کہ یہی اصل دین،دین عالمی کا صحیح منہج ہے۔

Bibliography

1. Al-Qur'ān
2. Muḥammad bin Ismā'īl al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī (Mutarjam), (Pākistān: Maktabah Ẓiyā' al-Qur'ān Publications, 2013 CE)
3. Imām Muslim bin al-Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim, (Miṣr: Dār al-Salām)
4. Sayyid 'Arif al-'Arif, Tārīkh al-Quds (Miṣr: Dār al-Ma'ārif, 1951 CE)

5. Dākṭar Muḥammad 'Ammārah, al-Quds Bayn al-Yahūdīyah wa al-Islām (Miṣr: Majallah Islāmīyah Shahrīyah Majma' al-Bu'ūth al-Islāmīyah, Jumādī al-Awwal 1439 AH)
6. Shihāb al-Dīn Abū 'Abd Allāh Yāqūt bin 'Abd Allāh al-Rūmī al-Ḥamawī, Mu'jam al-Buldān (Bayrūt: Dār Ṣādir, 1995 CE)
7. Dākṭar Isḥāq Mūsā al-Ḥusaynī, Makānat Bayt al-Maqdis fī al-Islām (Miṣr: Kitāb Mu'tamar Rābi' Majma' al-Bu'ūth al-Islāmīyah, 1968 CE)
8. Abū Yaman Majīr al-Dīn al-Ḥanbalī, al-Ans al-Jalīl bi-Tārīkh al-Quds wa al-Khalīl (Urdun: Maktabah Dandīs, 1999 CE)
9. Dākṭar 'Abd al-Raḥmān Zakī, Muqaddasātunā al-Islāmīyah Qubbat al-Ṣakhrah wa al-Masjid al-Aqṣā (Miṣr: Majallah Islāmīyah Shahrīyah Majma' al-Bu'ūth al-Islāmīyah, Jumādī al-Awwal 1439 AH)
10. 'Abd al-Ḥamīd Zayd, al-Quds al-Khālidah Silsilah Tārīkh al-Miṣrīyīn (Qāhirah: al-Hay'ah al-Miṣrīyah al-'Āmmah lil-Kitāb, 2000 CE)
11. Mawlānā Ḥashmat 'Alī Ṣāfī, Ta'āruf wa Taqābul al-Ād'yān (Peshāwar: al-'Ulūm Publishing Services)
12. Sāmī Ḥakīm, al-Quds wa al-Taswīyah (Bayrūt: al-Jam'īyah al-Filasṭīnīyah al-Akādīmah lil-Shu'ūn al-Dawlīyah, 1987 CE)
13. Ibn al-Jawzī, al-Mawḍū'āt (Madīnah Munawwarah: Maktabah al-Salafīyah)
14. 'Abd Allāh al-Tall, Khatar al-Sahyūnīyah 'alā al-Islām wa al-Masīḥīyah (Qāhirah: Dār al-Qalam)
15. Maḥmūd Sharqāwī, Wa Urushalīm Qātilat al-Anbiyā' (Miṣr)

16. 'Abbās Maḥmūd al-'Aqqād, al-Ṣahyūnīyah al-'Ālamiyah (Miṣr: Mu'assisah al-Hindāwī)